جہر بسم اللہ کی بحث

(بقلم مولانا عبدالعزیز صاحب قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ)

(منقول از اخبار اہلحدیث امرتسر)

کچھ عرصہ ہوا کہ میں نے ایک فتویٰ جہر بسم اللہ کے جواز میں لکھا جس کا مطلب تھا کہ جہری نمازوں میں بسم اللہ کا آہستہ اور جہر پڑھنا ہر دو طرح مسنون ہے۔

جب یہ فتویٰ قاضی نور محمد صاحب خطیب جامع مسجد احناف قلعہ دیدار سنگھ کے پاس پہنچا تو قاضی صاحب نے اسکا جواب لکھا اور تحریر فرمایا کہ جہری نمازوں میں بسم اللہ کا جہر پڑھنا خلاف سنت ہے اور جو احادیث میں نے دلائل کے طور پر لکھی تھیں انکو حیلہ و بہانہ سے ٹال دیا۔ بلکہ بزعم خود آپ نے کمال کر دیا ہے۔

میں نے لکھا تھا کہ صبح و شام اور عشاء میں جہاں بلند قرأت پڑھی جاتی ہے وہاں بسم اللہ کا بھی بلند پڑھنا مسنون ہے جیسا کہ نسائی اپنے سنن میں اور ابن خزیمہ اور ابن حبان اپنے اپنے صحیح میں اور حاکم مستدرک میں ابوہریرہ سے لائے ہیں کہ اس نے اپنی نماز میں بسم اللہ کو باآواز بلند پڑھا۔ اور فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھی ہے۔ اس کو دار قطنی خطیب اور بیہقی وغیرہم نے صحیح کہا۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں "مفتی صاحب نے صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان کا جو حوالہ دیا ہے وہ بالکل جھوٹ ہے آپ نے یہ کتابیں کبھی دیکھی بھی نہ ہونگی۔ اگر آپ کے پاس یہ کتابیں ہیں تو پیش کریں ورنہ خدا سے شرمائیں"۔ لطف یہ ہے کہ قاضی صاحب اس حدیث کو نسائی میں بنظر خود ملاحظہ فرماتے ہیں اور تحویل سے کام لیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ یہ کتابیں ہمارے پاس ہیں یا نہیں۔ ناظرین فیصلہ کریں۔ کتابوں کا وجود و عدم جواب نہیں ہے۔ یہ ایک لغو بات ہے جس کو نفس مضمون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں "نسائی کا حوالہ ہم نے دیکھا (خیر آپ نے دیکھ تو لیا کتاب کا ہونا تو ثابت ہو گیا) اسمیں کوئی لفظ نہیں جسکے معنی بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا ہو (الی انقال)

لیکن نسائی میں حضرت ابوہریرہ کا بسم اللہ الرحمن الرحیم کو صرف پڑھنا ہی لکھا ہے۔ چنانچہ الفاظ حدیث یوں ہے :۔ صلیت وراء ابی ھریرۃ فقرء بسم اللہ الرحمن الرحیم اور امام نسائی نے اس پر جو ترجمہ قائم کیا ہے وہ یوں ہے قرأۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم آگے دوسرا ترجمہ کہتے ہیں ترک الجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم جس سے صاف واضح ہے کہ وہ بسم اللہ کے جہر کو ممنوع جانتے ہیں۔ البتہ قرأت بسم اللہ الرحمن الرحیم کو مسنون جانتے ہیں"۔

قاضی صاحب سے جواب تو کچھ بن نہیں پڑا مگر نسائی کے تبویب ترک الجہر الخ کو دیکھ کر آپ نے بڑی لنائی سے کہہ دیا کہ وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے جہر کو ممنوع جانتے ہیں (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا شاید اسی موقع پر استعمال ہوتا ہے) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے نسائی مطالعہ نہیں کی۔ اگر آپ پڑھتے تو اس طرح نہ کہتے۔ قاضی صاحب سنئے! امام نسائی نے دو باب اسی لئے باندھے ہیں کہ معلوم ہو جائے کہ دونوں طرح بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا جائز ہے۔ یعنی جہری نمازوں میں خواہ آہستہ پڑھے یا آواز بلند۔ اسکے بعد جو آپ نے فرمایا ہے کہ البتہ قرأت بسم اللہ الرحمن الرحیم کو مسنون مانتے ہیں۔ اسکی سمجھ نہیں آئی کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کس طرح پڑھنا مسنون ہے بالجہر پڑھنا چاہیئے یا بالاخفا۔ ذرا یہ معمہ حل کر دیں تو راستہ صاف ہے۔ اگر جواب آتا ہو تو اس سے خاموشی ہی بہتر ہے۔ اسکے بعد میں نے لکھا تھا بخاری نے انسؓ سے روایت کیا کہ انسؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سے پوچھے گئے تو اسکے جواب میں آپ نے یوں فرمایا کہ آپکی قرأت درازی کے ساتھ تھی۔ پھر انسؓ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور بسم اللہ اور الرحمن اور الرحیم کو دراز کیا۔ اس کا جواب قاضی صاحب یوں تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

"اقول۔ معلوم نہیں مفتی صاحب اس حدیث کو جہر بسم اللہ میں کیوں پیش کرتے ہیں۔ جہر بسم اللہ سے اس کو کوئی تعلق نہیں الی ان قال"

تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی نے ابتک نہیں کہا کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خارج نماز میں بھی کبھی بلند آواز سے نہیں پڑھا تھا۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جس طرح خارج نماز میں بسم اللہ کو پڑھتے تھے وہ کیفیت حضرت انسؓ نے بیان فرما دی اور اس جواب کو یوں

مدلل فرماتے ہیں کہ "جب انسؓ دوسری حدیث میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قرات الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تو پھر انسؓ سے اونچی آواز سے بسم اللہ کا پڑھنا نماز میں کس طرح مروی ہوا۔" قاضی صاحب! یہ دونوں حدیثیں جہر اور اخفا کی حضرت انسؓ سے مروی ہیں۔ یعنی کبھی آپ جہر پڑھتے اور کبھی آہستہ اور جہر والی حدیث کو خارج نماز پر محمول کرنا آپ ہی کا کام ہے۔ قاضی صاحب! حدیث میں بیان پڑھنے بسم اللہ کا شروع نماز میں ہے اور آپ خارج نماز پڑھنے پر محمول کر رہے ہیں۔ اسی واسطے جو لوگ اپنی اپنی خواہش کے مطابق حدیث نہیں پاتے اسکو تاویل کیک سے رد کر کے اپنا مطلب سیدھا کرتے ہیں یہ شیوہ ان لوگوں کا ہے جو اپنی خواہش پر چلنے والے ہیں۔ کیا حدیث یاد نہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ اسکے بعد میں نے لکھا تھا کہ احمد نے مسند میں اور ابوداؤد نے سنن میں اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے اپنے مستدرک میں ام سلمہ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قرات الگ الگ کر کے پڑھا کرتے تھے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم قاضی صاحب اسکے متعلق فرماتے ہیں:۔

اُقول۔ یہ بھی مفتی صاحب کی سینہ زوری ہے اس حدیث کو بھی جہر بسم اللہ سے کوئی تعلق نہیں یہ صرف آپکے منہ کی بات ہے (الی ان قال) اب تک آپ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنا ثابت نہیں کر سکے۔ آہستہ پڑھنا ہم دلائل قویہ سے ثابت کرینگے"۔

ناظرین! میری پیش کردہ احادیث کا جواب تو قاضی صاحب سے ہو نہیں سکا پھر کس برتے پر فرماتے ہیں کہ جہر بسم اللہ خلاف سنت ہے۔ نعوذ باللہ من ہذہ الکلمۃ۔

جب احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا پھر اسکو خلاف سنت کہنا کمال جرأت ہے۔ اسی لئے میں نے فتوی میں لکھا تھا کہ یہ کہنا کہ میرا امام جہر بسم اللہ پڑھنے کا جہری نمازوں میں قائل نہیں اس لئے میں بسم اللہ کو اونچی آواز سے جہری نمازوں میں پڑھنا جائز نہیں مانتا عقلت سے بھی جہالت اور جمود علی التقلید شخصی ہے۔ تو اس میری عبارت کے جواب میں فرمایا کہ آپ نے جو کہا وہ کوئی نہیں کہتا

بلکہ کہنے والا کہتا ہے کہ میرا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جہر بسم اللہ نہیں کرتا تھا۔ اس لئے بسم اللہ کو پست آواز سے پڑھنا سنت ہے۔

ناظرین! قاضی صاحب کا جواب آپ نے پڑھ لیا۔ کیا قاضی صاحب ان احادیث کو جنمیں بسم اللہ جہر پڑھنا مروی ہے بپابندی تقلید مانتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اگر تقلید شخصی کچھ مانع نہیں تو ان احادیث کو آپ مان جاتے اور جہر بسم اللہ کو بھی سنت مانتے اور خلاف سنت نہ کہتے۔ قاضی صاحب چونکہ مقلد ہیں اسی لئے آپ ان مسائل کو کبھی ماننے کو تیار نہیں جو امام صاحب کی فقہ کے مخالف ہیں اگرچہ امام شافعیؒ انکو مانتے ہیں۔ قاضی صاحب! آپ کے احناف اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ ہر چہار مذہب میں حق دائر ہے۔ یعنی چاروں امام حق پر ہیں پھر آپکو کیا ہو گیا کہ آپ امام شافعیؒ کو حق پر نہیں جانتے۔ جن مسائل کو امام شافعی علیہ الرحمۃ مانتے ہیں آپ انکو کیوں خلاف سنت کہہ دیتے ہیں۔ اسی مسئلہ کو لیجئے کہ بسم اللہ کے جہر کو بموجب احادیث نبویہ امام شافعی علیہ الرحمۃ سنت کہتے ہیں۔ اور آپ اسکو بغیر دلیل کے خلاف سنت کہتے ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ میرے پاس وہ احادیث ہیں جن میں یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم الحمد سے قرأت شروع کرتے تھے۔ بیشک ہم نے مانا کہ شروع کرتے تھے لیکن ان احادیث سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ بسم اللہ جہر منع ہے ہاں ان احادیث سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ آپ کبھی بسم اللہ آہستہ بھی پڑھتے۔ کیا ایک چیز کے ذکر سے دوسرے کی نفی لازم آتی ہے؟ اصول پڑھئے ؎

وکم من عائب قولاً صحیحاً　　　وآفته من الفهم السقیم

اب قاضی صاحب کی ایک اور دلیل نقل کیجاتی ہے جس پر انکو بڑا ناز ہے اور جن احادیث پر آپ کے مذہب کی بنیاد ہے جیسے یہ حدیث دلیل میں پیش کی ہے باقی مسائل کا بھی ایسی ہی احادیث پر انحصار ہے ؎ قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ ترمذی میں ایک روایت ابن عبد اللہ بن مغفل سے اسطرح ہے کہ عبد اللہ بن مغفل کہتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے نماز میں بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے سنا۔ پس میرے باپ نے کہا کہ اے میرے بیٹے بسم اللہ کا اونچا پڑھنا بدعت ہے تو بدعت سے

پیچ۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ نماز پڑھی میں نے اُن سے بسم اللہ نہیں سُنی"۔ قاضی صاحب اسکے جواب میں سُنیئے۔ قال ابن خزیمة هذا الحدیث غیر صحیح وقال الخطیب وغیرہ ضعیف قال النووی لا یرد علی هؤلاء الحفاظ قول الترمذی انه حسن وسبب تضعیف هذا الحدیث جہالة ابن عبد الله بن مغفل قال ابو الفتح الیعمری والحدیث عندی لیس معللا بغیر الجهالة فی ابن عبد الله ابن مغفل آگے چل کر قاضی صاحب فرماتے ہیں۔ جہر بسم اللہ الرحمن الرحیم شیعہ کی خصوص علامت ہے یعنی شیعہ سنی میں جیسا مسح خفین الی ان قال اسی طرح بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر اور اخفا سے بھی فرق معلوم ہوتا ہے جہر کرنے والے کو شیعہ اور اخفا کرنے والے کو سنی قرار دیتے ہیں۔

قاضی صاحب تقلید پر ایسے جمے ہوئے ہیں کہ جو مسئلہ ان کے مذہب کے مخالف ہو اور احادیث صحیحہ کے موافق ہو۔ اسکے ماننے والوں کو شیعہ کہہ دیتے ہیں۔ یا یہ لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ پر چلنے والا فلاں زمانے تک کوئی مسلمان نہ تھا۔ جیسا کہ سورہ فاتحہ کے بارہ میں آپ نے لکھا کہ امام احمد بن حنبل کے زمانہ تک سورہ فاتحہ خلف الامام کوئی مسلمان نہ پڑھتا تھا سو اس کے جواب میں ایک ٹریکٹ اہلحدیث کی طرف سے چھپکر شائع ہوا کہ بہت صحابہ امام کے پیچھے الحمد پڑھتے تھے۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ اب ذیل میں اُن صحابیوں اور تابعین کے نام لکھے جاتے ہیں جو جہر بسم اللہ کے قائل ہیں۔

واضح ہو کہ امام شافعی اپنے اسناد سے انس بن مالک سے لائے ہیں کہ معاویہؓ نے مدینہ میں ایک بار لوگوں کو جہری نماز پڑھائی۔ اس میں اُس نے بسم اللہ بلند آواز سے نہ پڑھی۔ اور نہ تکبیر نیچے جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت کہی۔ پس جب نماز سے فارغ ہوا تو مہاجرین اور انصار نے کہا کہ تو نے نماز کم کر دی بسم اللہ اور تکبیر کہاں گئی؟ پھر اسکے بعد جب نماز پڑھتا تو بسم اللہ اور تکبیر کہتا۔ اور اس روایت کو حاکم نے مستدرک میں نقل کیا اور صحیح کہا ہے مسلم کی شرط پر اور خطیب نے اونچا پڑھنا بسم اللہ کا ابوبکر صدیق اور عثمان اور ابی بن کعب اور ابو قتادہ اور ابو سعید

[illegible] کرنا شیعوں کی عادت ہے۔

اور انس اور عبداللہ بن اوفی اور شداد بن اوس اور عبداللہ بن جعفر اور حسین بن علی اور معاویہ

سے روایت کیا۔

قاضی صاحب بتائیں کہ کیا یہ سب شیعہ تھے اور خطیب نے کہا کہ تابعی لوگ ہمارے سے باہر ہیں جو بسم اللہ جہر کے قائل ہیں۔ جیسے سعید بن مسیب اور طاؤس اور عطا اور مجاہد اور ابووائل اور سعید بن جبیر اور ابن سیرین اور عکرمہ اور علی بن حسین اور اس کا بیٹا محمد بن علی اور سالم بن عبداللہ بن عمر اور محمد بن منذر اور ابوبکر بن محمد عمرو بن حزم اور محمد بن کعب اور نافع مولی بن عمر اور ابوالشعثاء اور عمر بن عبدالعزیز اور مکحول اور حبیب بن ابی ثابت اور زہری اور ابوقلابہ اور علی بن عبداللہ بن عباس اور بیٹا اس کا اور ازرق بن قیس اور عبداللہ بن ابی معقل۔ یہ لوگ روایت اور فتوی والے تھے۔ اور خطیب نے یہ بھی کہا کہ تابعی لوگوں کے بعد عبداللہ عمر اور حسن زید اور زید بن علی بن حسین اور محمد بن عمر بن علی اور ابن ابی ذئب اور لیث بن سعد اور اسحق بن راہویہ جہر بسم اللہ کے قائل تھے اور تمام اہلبیت کا بھی یہی مذہب تھا۔ اور بیہقی نے بھی جو کچھ نام تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کے ذکر کئے ہیں لیکن اتنے ہی کافی ہیں۔ قاضی صاحب ایسا جمود علی التقلید چھوڑو اور اہلحدیث سے نہ الجھو کیونکہ مقلد لوگ جن مسائل میں اہلحدیث سے اختلاف رکھتے ہیں دلائل صحیحہ سے عاری ہیں۔ اسی لئے مولانا روم مرحوم نے کہا ہے ؎

آں مقلد ہست چوں طفل علیل   گرچہ دارد بحث باریک و دلیل

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۵۲ ہجری)

اصلاح | دفتر اصلاح نے مسلمانوں کی نماز کے متعلق کئی نہایت مفید کتابیں لکھیں (۱) رسالۃ الوضوء جسمیں قرآن و حدیث سے ثابت کیا کہ وضوء میں پاؤں پر مسح کرنا چاہیئے (۲) الجمرۃ جسمیں ثابت کیا کہ پیشاب کر کے ڈھیلا چھونا بدعت ہے (۳) البسملۃ جسمیں ثابت کیا کہ نماز میں ہر سورہ کے پہلے بسم اللہ زور سے کہنا چاہیئے۔ (۴) ارسال الیدین جسمیں ثابت کیا کہ نماز ہاتھ کھول کر پڑھنی چاہیئے۔ الحمدللہ کہ ان رسالوں کا اثر ہوا بہت سے اہلحدیث وضوء میں پاؤں پر مسح کرنے لگے۔ اب بسم اللہ بھی زور سے پڑھی جائیگی۔